ماہنامہ

العارف

بیادگار

عاشق مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس اللہ سرہ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

جلد ۶
شمارہ ۱۰
نومبر ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان

ماہنامہ

المعارف

جلد ۶

شمارہ ۱۰

نومبر ۲۰۲۲ء

ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ

بیادگار

عاشق مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مُدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مُرتِّب

محمد حماد عاطف رحیمی

مجلس معاونت

اساتذہ جامعہ

سالانہ زر تعاون

۱۵۰ روپئے

کمپوزنگ و ڈیزائننگ

مولانا سہیل احمد

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.

Email: raheemitrust@gmail.com

A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095

CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

نِگاہِ اَوّلیں	ذکرِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم	مدیر	۳
نُورِ حِراء	دین اور اسلام کی حقیقت	مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵
شمعِ رِسالت	دورِ فتن سے باخبر رہو	مولانا امتیاز احمد خطیب	۱۰
بزمِ درویش	ملفوظاتِ رحیمی	عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم نور اللہ مرقدہ	۱۳
دُرِّ نایاب	معارفِ رحیمی	شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ	۱۴
فُغانِ کلیم	اثر انگیز نصائح	طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم	۱۶
مَضامِین	توہُّم پرستی کی حقیقت اور اقسام	مولانا مفتی محمد راشد صاحب ڈسکوی	۱۸
مَضامِین	سچ بولئے	از: مرتّب	۲۳
اَمثال و عِبر	حضرت دانیال علیہ السلام کا فیصلہ	ماخوذ	۲۶
نُورِ نُبوّت	لباس کی سنتیں	مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہٗ	۲۹
مَشعلِ راہ	چند ضروری مسائل	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہٗ	۳۰
اَوراد و وَظائف	آیت الکرسی کے فضائل و خواص	مولانا اسحاق صاحب ملتانی	۳۱
مِسکُ الحَرَمَین	نم دیدہ نم دیدہ	اقبال عظیم مرحوم	۳۲

دینی کتب و رسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

''المعارف'' کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔ (ادارہ)

نگاہِ اوّلیں — مدیر

ذکرِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیم اَمَّا بَعْد

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر کچھ لکھنا پڑھنا اور بولنا سننا بہت بڑی سعادت والی بات ہے اگر ساری زندگی بھی اسی مشغلہ میں رہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی جس طرح آپ کی تعریف کا حق ہے وہ ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے صرف اتنا سمجھ لو کہ اگر اللہ کی ذات کے بعد اگر کسی کی ذات ہے تو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔

لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور لکھتے رہیں گے اس ذی سعادت سلسلہ میں شمولیت کی غرض سے ایک حدیث مبارکہ نقل کی جاتی ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا، وہ آپ کا حلیہ مبارک بہت زیادہ بیان کرتے تھے اور (مزہ لے کر بولتے تھے) میں چاہتا تھا کہ وہ میرے سامنے بھی اس میں سے کچھ بیان کریں تاکہ میں اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرسکوں۔ چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے عظیم تھے اور دوسروں کی نگاہ میں عظیم مرتبہ والے تھے، آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، آپ درمیانہ قد سے ذرا لمبے اور لمبے قد سے ذرا پست قد تھے (یعنی آپ کا قد درمیانہ تھا آپ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک قدرے گھنگھریالے تھے، سر مبارک میں اتفاقاً مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ خود

مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے (یعنی زیادہ تکلف نہ فرماتے تھے) جس زمانہ میں بال مبارک زیادہ لمبے ہوتے تو کان کی لو سے تجاوز کر جاتے، رنگ مبارک خوبصورت چمک دار تھا، پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو مبارک باریک خم دار گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے، دونوں کے درمیان باریک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر آتی تھی، ناک مبارک بلندی مائل تھی، اس پر ایک نوردار چمک تھی، جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو وہ آپ کی ناک کو اونچا سمجھتا تھا، ڈاڑھی مبارک گھنی، رخسار مبارک ہموار، دہن مبارک کشادہ تھا (یعنی منہ مبارک تنگ نہ تھا) سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی، سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی، گردن مبارک خوبصورتی میں مورتی کی گردن کی طرح اور صفائی اور چمک میں چاندنی کی طرح تھی، معتدل جسم، پُر گوشت گٹھا ہوا بدن مبارک، پیٹ اور سینہ مبارک برابر تھے، سینہ مبارک کشادہ تھا، دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، جسم مبارک کا کپڑوں سے خالی حصہ بڑا چمکدار اور نورانی تھا، ایک باریک لکیر کے سوا چھاتی مبارک اور پیٹ مبارک پر بال نہیں تھے، دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینے کے بالائی حصہ پر بال تھے، دونوں کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں، دونوں ہاتھ اور پاؤں پر گوشت تھے، ہاتھ اور پاؤں مبارک کی انگلیاں مناسب لمبی تھیں، تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ ان پر پانی ڈالو تو وہ بہہ جائے، جب آپ چلتے تو قدم اُٹھا کر چلتے، جب قدم رکھتے تو جھک کر، جب آپ چلتے تو وقار کے ساتھ آپ کی چال مبارک تیز تھی، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان میں اتر رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو کامل توجہ فرماتے، آپ کی نظر مبارک نیچی رہتی، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی یعنی اکثر زمین کی طرف دیکھتے (اگر چہ بسا اوقات وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف بھی نظر اُٹھاتے تھے) آپ کی عادت مبارک گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، غایت شرم وحیا سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے رکھتے اور خود پیچھے رہتے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود پہل فرماتے تھے۔ (ترمذی، ترجمہ از: زبدۃ الشمائل)

☆☆☆☆☆

نورِ حراء

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دین اور اسلام کی حقیقت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۟ قف وَمَا اخۡتَلَفَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَہُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ۝ ۔(سورۃ الِ عمران:۱۹)

ترجمہ: بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بلکہ علم آجانے کے بعد محض آپسی ضد کی وجہ سے اختیار کیا، اور جو شخص بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے تو (اسے یاد رکھنا چاہئے کہ) اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

دین اور اسلام کے الفاظ کی تشریح: عربی زبان میں لفظ دِیْن کے چند معنی ہیں، جس میں ایک معنی ہے طریقہ اور روِش، قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول و احکام کیلئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب انبیاء میں مشترک کیلئے بولے جاتے ہیں، جو مختلف زمانوں اور مختلف اُمتوں میں مختلف ہوتے چلے آئے ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا ۝ ۔(سورۃ الشوریٰ:۱۳)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین جاری فرمایا جس کی وصیت تم سے پہلے نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو کی گئی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین سب انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے

جامع کمالات اور تمام نقائص سے پاک ہونے اور اس کے سوا کسی کا لائق عبادت نہ ہونے پر دل سے ایمان اور زبان سے اقرار روزِ قیامت اور اس میں حساب وکتاب اور جزاء وسزا اور جنت ودوزخ پر دل سے ایمان لانا اور زبان سے اقرار کرنا، اس کے بھیجے ہوئے ہر نبی ورسول اور ان کے لائے ہوئے احکام پر اسی طرح ایمان لانا۔

اور لفظ ''اسلام'' کے اصلی معنی ہیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا، اور اس کے تابعِ فرمان ہونا، اس معنی کے اعتبار سے ہر نبی ورسول کے زمانہ میں جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کے لائے ہوئے احکام میں ان کی فرمانبرداری کی وہ سب مسلمان اور مسلم کہلانے کے مستحق تھے، اور ان کا دین دینِ اسلام تھا، اسی معنی کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (سورۃ یونس:۷۲)'' اور اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو اور اپنی اُمت کو اُمتِ مسلمہ فرمایا: ''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ''۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریین نے اسی معنی کے اعتبار سے کہا تھا: ''وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران:۵۲)''

اور بعض اوقات یہ لفظ خصوصیت سے اس دین وشریعت کے لئے بولا جاتا ہے جو سب سے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے، اور جس نے پچھلی تمام شرائع کو منسوخ کردیا اور جو قیامت تک باقی رہے گا، اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ صرف دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مخصوص ہوجاتا ہے، جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث جو تمام کتبِ حدیث میں مشہور ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی یہی خاص تفسیر بیان فرمائی ہے، آیتِ مذکورہ کے لفظ ''الاسلام'' میں بھی دونوں معنی کا احتمال ہے پہلے معنے لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول

دین صرف دینِ اسلام ہے، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنانا اور ہر زمانہ میں جو رسول آئے اور وہ جو کچھ احکام لائے اس پر ایمان لانا اور اس کی تعمیل کرنا اس میں دین محمدیؐ کی اگرچہ تخصیص نہیں، لیکن عام قاعدہ کے ماتحت حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان پر اور ان کے لائے ہوئے تمام احکام پر ایمان وعمل بھی اس میں داخل ہو جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دین مقبول وہ تھا جو نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے، اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا اسلام وہ تھا جو الواحِ توراۃ اور موسیٰ تعلیمات کی صورت میں آیا، اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا اسلام وہ جو انجیل اور عیسوی ارشادات کے رنگ میں نازل ہوا اور آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا اسلام وہ ہوگا جو قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے نقشہ پر مرتب ہوا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی دین اسلام اور عند اللہ مقبول تھا، جو بعد میں یکے بعد دیگرے منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں خاتم الانبیاء کا دین، دین اسلام کہلایا، جو قیامت تک باقی رہے گا، اور اگر اسلام کے دوسرے معنی لئے جائیں یعنی وہ شریعت جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر تشریف لائے تو آیت کا مفہوم یہ ہو جاتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف وہی اسلام مقبول ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہے، پچھلے ادیان کو بھی اگرچہ ان کے اوقات میں اسلام کہا جاتا تھا، مگر اب وہ منسوخ ہو چکے ہیں، اور دونوں صورتوں میں نتیجۂ کلام ایک ہی ہے، کہ ہر پیغمبر کے زمانہ میں اللہ کے نزدیک مقبول دین وہ اسلام ہے جو اس پیغمبر کی وحی اور تعلیمات کے مطابق ہو اس کے سوا دوسرا کوئی دین مقبول نہیں، خواہ وہ پچھلی منسوخ شدہ شریعت ہی ہو، اگلے زمانہ کیلئے وہ اسلام کہلانے کی مستحق نہیں، شریعت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانہ میں اسلام تھی، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اس شریعت کے جو احکام منسوخ ہو گئے وہ اب اسلام نہیں

رہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں شریعت موسویہ کا اگر کوئی حکم منسوخ ہوا ہے تو وہ اب اسلام نہیں، ٹھیک اسی طرح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شرائع سابقہ کے جو احکام منسوخ ہوگئے وہ اب اسلام نہیں رہے، اس لئے جو اُمت قرآن کی مخاطب ہے اس کیلئے اسلام کے معنے عام لئے جائیں یا خاص، دونوں کا حاصل یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد صرف دین اسلام کہلانے کا مستحق وہ ہے جو قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہو اور وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول اور ذریعۂ نجات نہیں، یہ مضمون قرآن مجید کی بے شمار آیات میں مختلف عنوانات سے آیا ہے، ایک آیت کے الفاظ میں اس طرح وارد ہے: ''وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ'' یعنی جو شخص اسلام کے سوا کوئی دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا، اس کے تابع جو عمل کیا جائے گا وہ ضائع ہوگا۔

اس زمانہ میں نجات اسلام میں منحصر ہے، غیر مسلم کے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ بھی مقبول نہیں

ان آیات نے پوری وضاحت کے ساتھ اس ملحدانہ نظریہ کا خاتمہ کر دیا جس میں اسلام کی رواداری کے نام پر کفر و اسلام کو ایک کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ دنیا کا ہر مذہب خواہ یہودیت ونصرانیت ہو یا بت پرستی ہر ایک ذریعۂ نجات بن سکتا ہے، بشرطیکہ اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کا پابند ہو، اور یہ درحقیقت اسلام کے اصول کو منہدم کرنا ہے، جس کا حاصل یہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کی کوئی حقیقت ہی نہیں، محض ایک خیالی چیز ہے، جو کفر کے ہر جامہ میں بھی کھپ سکتا ہے، قرآن کریم کی ان آیات اور انہی جیسی بے شمار آیات نے کھول کر بتلا دیا ہے کہ جس طرح اُجالا اور اندھیرا ایک نہیں ہوسکتے اسی طرح یہ بات نہایت نامعقول اور ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی نافرمانی اور بغاوت بھی ایسے ہی پسند ہو جیسے

اطاعت وفرمانبرداری، جو شخص اصولِ اسلام میں سے کسی ایک چیز کا منکر ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کا باغی اور اس کے رسولوں کا دشمن ہے، خواہ فروعی اعمال اور رسمی اخلاق میں وہ کتنا ہی اچھا نظر آئے، نجاتِ آخرت کا مدار سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری پر ہے، جو اس سے محروم رہا اس کے کسی عمل کا اعتبار نہیں، قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کے اعمال کے متعلق ارشاد ہے:

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝۔ (سورۃ الکھف:۱۰۵)

ترجمہ: یعنی ہم قیامت کے دن ان کے کسی عمل کا وزن قائم نہ کریں گے۔

اس آیت میں اور اس سے پچھلی آیات میں چونکہ رُوئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے اس لئے آخرت میں ان کی بیوقوفی اور غلط کاری کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

''وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ''یعنی ان لوگوں نے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اسلام میں خلاف اور جھگڑا ڈالا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو کوئی اس معاملہ میں اشتباہ رہ گیا بلکہ ان کو اپنی کتاب تورات وانجیل سے اور دوسرے ذرائع سے پوری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا، لیکن مسلمانوں سے حسد اور حُبِّ جاہ ومال نے ان کو اس اختلاف میں مبتلا ہے۔

آخر میں فرمایا ہے: ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ''یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جلد اس سے حساب لینے والے ہیں، اول تو مرنے کے بعد اس عالم کا امتحان داخلہ قبر کے اس عالم میں ہوگا جس کو برزخ کہا جاتا ہے، اور پھر تفصیلی حساب قیامت میں اس حساب وکتاب کے وقت سب جھگڑوں کی حقیقت کھل جائے گی، باطل پرستوں کو اپنی حقیقت واضح ہو جائے گی، اور پھر اس کی سزا سامنے آجائے گی۔

شمع رسالت

مولانا امتیاز احمد خطیب

دورِ فتن سے باخبر رہو

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا، اَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا۔ يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ نیک اعمال کی طرف لپکو، ان فتنوں سے پہلے، جو سخت تاریک رات کی طرح ہوں گے، آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا، تو شام کے وقت کافر اور شام کے وقت مؤمن ہوگا تو صبح کے وقت کافر، دنیوی سازوسامان کے بدلے آدمی اپنا ایمان بیچ دے گا۔

زمانہ جوں جوں قیامت کے قریب ہوتا جارہا ہے، فتنے بھی بڑی تیزی سے پھیلتے جارہے ہیں کہیں فتنۂ ارتداد ہے تو کہیں انکارِ حدیث کا فتنہ ہے، شیعت ورافضیت سر اُٹھارہے ہیں تو کہیں قادیانیت جال پھیلاتی نظر آرہی ہے، اور کہیں شہوت کے پرستار خواہشات کے دلدل میں پھنسے پڑے ہیں نتیجتاً افراد سے لے کر اقوام تک لادینیت اور بے ثباتی کے شکار ہیں، اور یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے کیونکہ چودہ سو سال قبل حضرت رسالت مآب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیشین گوئی فرمادیا تھا کہ قُربِ قیامت میں فتن عام ہوجائیں گے۔

اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر کسی اہلِ فراست وبصیرت سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ موجودہ دور دینی وایمانی اعتبار سے کس قدر فتنوں میں ملوث اور دوچار ہے ایسے سنگین وقت میں فتنوں سے محفوظ رہ کر ایمان واعمال پر کاربند و پابند رہنا ہی ہماری اولین ذمہ داری ہے۔

آیئے حدیثِ رسول ؐ ہی کا سہارا لے کر فتنوں سے بچاؤ کا حل تلاش کریں، کیونکہ اس سے

بڑھ کر مداوا ہمیں کہاں ملے گا۔

"بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا" یعنی فتنوں کے نزول سے قبل اعمال اختیار کرلو جب فتنے اُتر جائیں گے تو اس کا ذوق وشوق مدھم بلکہ کالعدم ہوجائے گا لہٰذا اعمال کا اہتمام ضروری ہے، اب سوال ہے کہ اعمال سے کیا مراد ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال سے نیک صالح اعمال مراد ہوں گے، اس کی تعریف دو حیثیتوں سے کی جاتی ہے (۱) عمل خالصۃً لوجہ اللہ ہو۔ (۲) عمل سنتِ رسولؐ کے عین موافق ہو۔ بڑے سے بڑا عمل ہو مگر اس میں ریا کاری، نام ونمود اور شہرت پسندی کی آمیزش ہو تو عند اللہ اس کی حیثیت مچھر کے پر سے بھی گئی گذری ہوگی اور عمل کیسا ہی اخلاص سے بھرا ہو، خشوع وخضوع سے لبریز ہو، مگر وہ سنتِ رسولؐ سے ثابت نہ ہو تو بدعت کی مہر لگا کر اس کی تردید ہوجائے گی، پھر ثواب کی کیا اُمید اُلٹا عذاب لازم ہوگا۔ العیاذ باللہ

الغرض فتنوں سے قبل اعمال میں لگنا ضروری ہے اور اعمال اخلاص وسنت سے مزین ہوں تو ہی فتنوں سے بچاؤ کا سبب اور ذریعہ ہوں گے، اب فتنوں سے کیا مراد ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

فتنہ کہنے کو تو ایک چھوٹا سے لفظ ہے مگر اپنے اندر کے اثرات اور مفہوم کے اعتبار سے بہت گہرا ہے فتنہ دین وایمان میں بھی، دنیا وآخرت میں بھی، خود اپنی ذات گھر بار اور اہل وعیال میں بھی ہوگا، فتنہ کا مطلب آزمائش اور امتحان واختبار ہے، الحاصل فتنوں کو دو حصوں میں منقسم کریں گے۔ (۱) فتنۂ شبہات۔ (۲) فتنہ شہوات۔ شک وشبہات کا فتنہ انتہائی خطرناک ہے مثلاً نبوت میں شبہات، صحابہ کی ذواتِ قدسیہ میں شبہات صدیق کی صداقت میں شبہات، فاروق کی خلافت میں شبہات، صدیقہ کی عفت میں شبہات، تو اس قسم کے شبہات کا شکار دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اس کا سبب جہالت ہے اور جہالت کا علاج علم صحیح کا حصول ہے، اور دوسری قسم فتنۂ شہوات ہے، موجودہ دور میں اس کے بُرے اثرات بہت پھیلے ہوئے ہیں، بالخصوص جوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی زد میں ہیں شہوات کے پرستار عشق مجازی کے چکر میں پھنس کر خواہشاتِ نفسانیہ

کے اسیر ہیں، اور آئے دن یہ خبریں بھی موصول ہو رہی ہیں کہ غلط یاری اور آشنائی کی وجہ سے مرتد تک ہو گئے یا کم از کم لڑکا مسلم ہی ہے مگر لڑکی غیر مسلم، تو یہ فتنۂ شہوات کا اثر ہے کہ مسلم مرتد ہو رہے ہیں اسی فتنہ سے ہوشیار و باخبر کرانے کیلئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: دنیا سے بچو اور عورت سے دور رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو رُونما ہوا وہ عورت ہی سے تھا۔

''كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ'' یعنی فتنہ سخت تاریک رات کی مانند ہوگا، فتنہ خواہ شبہات کا ہو یا شہوات کا، اس کا انجام انتہائی بھیانک واندوہناک ہے، اور اس کی لپیٹ میں آجانا عبرتناک ہے لہٰذا اس کی قباحت وشناعت کا اندازہ حدیث مذکور میں دی گئی مثال سے خوب واضح ہوتا ہے فرمایا فتنہ تاریک رات کی طرح ہوگا، مطلب یہ کہ رات میں راہ چلتا مسافر تاریکیوں کی وجہ سے بھٹک سکتا ہے اور انجانے راستے ہی کو منزل مقصود سمجھ کر دم بدم صحیح منزل سے دور ہو جائے گا، بالکل اسی طرح فتنوں کا شکار دین حق سے، صراطِ مستقیم سے دور ہو کر غیر شعوری طور پر بے دینی اور بدعات وخرافات کی تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے۔

''يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا الخ'' نتیجۃً ایمان سے مرتد ہو جاتا ہے ایسا کہ صبح حالت ایمان میں اور بوقت شام کفر میں یا شام حالت ایمان میں اور صبح صبح ہوتے کفر وشرک میں اور فتنہ کی وجہ سے دل کی مردنی کا یہ حال ہوگا کہ دنیا کے حقیر ساز وسامان کے عوض دین وایمان کا عظیم سرمایہ بیچنے پر راضی ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ

خلاصۂ حدیث یہ کہ فتنے سخت تاریک رات کی طرح آنے والے ہیں ان فتنوں سے حفاظت اور بچاؤ کیلئے اعمال کا توشہ قبل از وقت تیار کرنا ہے اور اعمال وہی معتبر ہوں گے جو خلوص اور سنت رسول ؐ کے عین موافق ہوں۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

بزمِ درویش

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

ملفوظاتِ رحیمی

ارشاد فرمایا: مراقبۂ رویت سالک کیلئے بہت ضروری چیز ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ آدمی یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں۔ میری ہر نقل و حرکت سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اس طرح مراقبہ کرنے سے آدمی گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک بزرگ نے اپنے مریدوں کو آزمانا چاہا کہ ان کے اندر حق تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا مراقبہ اور احساس پیدا ہوا ہے یا نہیں اس لئے انہوں نے اپنے مریدوں سے کہا کہ آج ہمارے یہاں ضیافت ہے اس لئے مرغیاں ذبح کرنی ہیں یہ کہہ کر انہوں نے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مرغی اور چھری دے دی پھر کہا کہ ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔

ہر ایک مرید الگ الگ چلنے لگا کہ کوئی جنگل کی طرف، کوئی کسی اور جگہ کی طرف، کوئی اِدھر اور کوئی اُدھر بہر حال کچھ دیر کے بعد یکے بعد دیگرے سب آ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت! میں ایسی جگہ ذبح کر کے لایا ہوں کہ کسی نے نہیں دیکھا کوئی کہنے لگا کہ میں نے فلاں جنگل میں جہاں کسی انسان کا گذر ہی نہیں ہوتا وہاں اس کو لے جا کر ذبح کیا ہوں اسی طرح ہر شخص کچھ نہ کچھ کہا۔

آخر کار ایک مرید آیا جو مرغی کو زندہ ہی لے کر آیا تھا حضرت شیخ نے پوچھا تو کہنے لگا حضرت! آپ نے ایک شرط یہ لگا دی تھی کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کسی کی نظر نہ پڑے مگر میں جہاں کہیں بھی جاتا ہوں حق تعالیٰ شانہ کو موجود پاتا ہوں۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہیں اس لئے میں اس کو ذبح نہ کر سکا یہ سن کر ان بزرگ نے پہچان لیا کہ صرف اسی ایک مرید کے اندر یہ کیفیت احسان پیدا ہوئی ہے۔

معارفِ رحیمی

بدظنی کا نتیجہ فتنوں کی شکل میں

حتی کہ طلوع اسلام کے بعد رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی اسی بدگمانی اور بدظنی کی لعنت نے نت نئے قسم کے فتنے پیدا کئے اور آج تک سلسلہ جاری ہے صحابہ پر بدظنی سے کتنے فرقے بنے سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے بداعتمادی اور بدظنی کا کیا انجام ہمارے سامنے ہے اور وہ حق کے دھوکے میں کہاں کہاں بھٹک رہے ہیں سب کچھ روز روشن کی طرح واضح ہے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اور اس دنیا کا خاتمہ بھی اسی بدظنی کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں قیامت کی علامت یہ بھی ایک بیان فرمائی ہے۔ کہ **واعجاب کل ذی رأيٍ برأیہ** یعنے ہر کوئی خود پسندی کا شکار ہوگا بڑے سے بڑا معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا کسی بھی بڑے کی بات کوئی نہیں سنے گا نہ کسی پر اعتماد اور بھروسہ ہوگا اور اپنے ہی سو فیصد حق ہونیکا یقین بلکہ دعوی ہے۔

قرآن وحدیث کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اپنی رائے کے مطابق مطلب نکال لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور حق پسندی کی علامت ہے تجربہ کار عقل و دانش والوں کی رائے پر بھروسہ کرنا گناہ کبیرہ ہے جنکی روشنی میں عقل کے ان یتیموں کو چاند نظر آ جا سکتا ہے اسلامی ماہ کی تاریخ آگے پیچھے ہو جا سکتی ہے سب کچھ تسلیم ہے مگر اپنی رائے سے ایک بال برابر ہٹنا پسند نہیں یہ اپنے ساتھ حسن ظن اور اپنے سے زیادہ علم وکمال اور تجربہ والوں کے ساتھ بدگمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ بدگمانی کی ان ہلاکتوں سے بچنے کیلئے بس اسی دعا کا سہارا لینا بہتر ہے جسکی تعلیم زبان نبوت سے دی گئی

ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُسْنَ الظَّنِّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

عظیم فضل خداوندی اور ہماری مجرمانہ غفلت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اسکا اعلان فرمایا ہے کہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اس امت کی اصلاح اور تزکیہ کیلئے بھیجا ہے اور اسکو اپنا بہت بڑا احسان قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۶۴)

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول اُنہی میں کا پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُسکی اور پاک کرتا ہے انکو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

اللہ نے اسکو اپنا احسانِ عظیم جتلایا ہے کہ امت کی اصلاح اور تزکیہ کا کام جو عقلاً خود اسکا اپنا فریضہ ہے۔ اسکے اسباب اللہ نے مہیا فرمادیئے۔ سوچئے کہ انسان کی ظاہری صفائی کیلئے کبھی اُس نے یہ سوچا ہے کہ مجھے صحیح طریقہ کیوں کسی نے نہیں بتایا یا پاکی صفائی کی تنبیہ کسی نے کیوں نہیں کی۔ بڑوں کی بات تو دور کی ہے، سمجھدار بچوں کو ہر کوئی بڑا ٹوکتا ہے کہ کیا تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ تمہارا جسم گندہ پڑا ہوا ہے۔ تمہارے کپڑے میل کچیل دھبے داغوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آخر تمہیں ہوا کیا ہے۔ تم کسطرح کھاتے پیتے سوتے اُٹھتے ہو پاک وصاف کیوں نہیں رہتے۔ اس لتاڑ پر اگر بھولے سے بھی کوئی بچہ کہدے کہ مجھے کسی نے نہیں بتایا کہ میں گندہ ہوں تو اس جواب پر بڑوں کا جو عتاب اس پر ہوگا بلکہ اسکی جو درگت بنے گی وہ ہر کوئی جانتا ہے۔

فغانِ کلیم

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اثر انگیز نصائح

آج مفتی صاحب نے بات سنائی تھی، سورۂ مریم کی آخری آیت، اس کا جو جزء ہے بہت زیادہ قابل توجہ ہے، ہم ان کو جو جزا دیں گے اس پہ کئے اوصاف بیان کئے ہیں۔ اللہ نے دل میں بات ڈالی ہے۔

عمل دو ہوتے ہیں۔(۱) نقد (۲) ادھار۔ دنیا میں اس کا ظہور ہے کسی نے عمدہ کارکردگی کی اس کو انعام مل جائے گا یہ نقد ہے، پنشن ملے گی یہ ادھار ہے، دونوں سزا میں بھی یہی ہیں۔ ایک شخص نے رشوت لی، سب سے پہلے معطل کیا جائیگا یہ نقد ہو گیا پھر مقدمہ چلے گا اس پر، یہ ادھار ہو گیا، تو دو جزء ہیں اس کے، نقد اور ادھار۔ نقد جو ہے وہ یہی کہ معطل فارغ ہو گیا، اب اس پہ مقدمہ چلے گا، اور کتنی ضیق ہو گی اس کو۔۔۔۔ دونوں میں ذلت ہے پہلی ذلت آخری ذلت، قلب کا سکون چھن گیا اسکا، اسی لئے قرآن بھی ہم پڑھتے ہیں لیکن توجہ سے نہیں باری تعالیٰ کا کلام ہے بہت بے پناہ علوم اس میں ہیں چند حروف ہوتے ہیں مرکب ہوتے ہیں لیکن اس کے اندر معانی بہت ہوتے ہیں۔ اس کی دنیا میں مثال لے لو ایک ہوتا ہے نثر، ایک ہوتا ہے نظم، نثر کیلئے تو کئی الفاظ چاہئے لکھنے کیلئے اور نظم ایک شعر میں چند حروف ہوتے ہیں اس کا پورا خلاصہ آجاتا ہے، کوئی شخص چار صفحے لکھ کر بیان کرے اور ایک شعر کہدے کوئی، تو وہ چار صفحوں کو انہوں نے ضم کر لیا ایک سطر کے اندر۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے علم یہ بڑی نعمت ہے "رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" علم مانگو، اس میں بہت کچھ آ گیا علم کا غلط استعمال یہ اس کی غلطی ہے، یہ علم تھوڑا ہی سکھاتا ہے تم ایسا کرو سائنس پڑھو گے اللہ والے بن جاؤ گے عارف باللہ بن جاؤ گے۔ لیکن مقصد کیا سائنس پڑھنے کا؟

آج صرف پیسہ چاہتے، عہدہ چاہتے ہیں، دو ہی مقصد ہیں۔ شعبہ کا ذمہ دار بن جاؤں اتنی تنخواہ میری ہونی چاہئے یہ مقصد ہے آجکل سائنس کا۔ اگر یہ مقصد ہو کہ ہمیں اللہ نے ایک نعمت دی ہے اوروں کو رہبری ہوگی، ان کو بہت آرام ملے گا، ثواب ملے گا مجھ کو، یہ نیت ہو تو ثواب ملے گا اس کو، یہی مسلم سائنٹسٹ اور غیر مسلم میں فرق ہے، مسلم سائنٹسٹ میں یہ بات ہوتی ہے کہ جو نعمت اللہ نے دی ہے اس کو استعمال کریں گے، اوروں کی رہبری کریں گے، اور غیر مسلم کہتا ہے پیسہ چاہئے، جتنا بڑا سائنٹسٹ ہو، اس کا تو مطلب یہ ہے کہ ہم کو تو خوب مال مل جائے، خوب پیسے مل جائیں، عہدہ مل جائے، مومن کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔

ایک اور بات بعض اہل علم کے اندر کتنی گھناؤنی پیدا ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ تقابل اور تفاضل کرتے ہیں یہ اچھی بات نہیں ہے، کسی شعبہ کے اندر کہ صاحب وہ تو نیچے درجہ کا شعبہ ہے، کوئی عالم تھے تقابل کیا؟ انہوں نے چشتیہ اور نقشبندیہ کا، یہ مزاج اچھا نہیں ہے۔ یاد رکھو! یہ بات۔ علماء موجود ہیں آپ پڑھیں فوق وتحت ہوتا رہتا ہے، ہر زمانہ میں ہوا، یہ نہیں کہ نزول ہوگیا انکا، تنزل نہیں کہیں گے کہ صاحب فلاں سے منسلک تھے، چشتیہ میں تھے عروج نہ ملا، پھر نقشبندیہ میں آئے انکو عروج مل گیا مجدد الفِ ثانی بن گئے۔ یہ تقابل کیسے کیا انھوں نے؟ یہ سطحی علم والے کریں گے اس لئے آخری دور میں ہندوستان میں جو سلسلے چلے فوق وتحت چلے، ایک دور تھا چشتیوں کا وہ عروج پہ چلے، پھر ان کا نزول ہوا، پھر نقشبندی والے عروج پہ آئے، ان کا عروج ہوا پھر وہ نیچے آئے، دونوں میں یہ طرز چلا اوپر نیچے، بس یہ مناسبت والی بات ہوتی ہے، قوم کو کیسے رہبری ملے، قوم کی کیسے اصلاح ہو، چشتیوں نے نسخہ ایجاد کیا لوگوں کو اس سے فائدہ ہوگیا لوگوں نے اسے گلے لگالیا ترقی ہوتی چلی گئی، اس کے بعد انحطاط کا دور شروع ہوگیا نقشبندیوں نے کہا کہ دیکھو ایسا کرو، لوگوں نے اسے اپنالیا ان میں مزہ آگیا واقعی ترقی ہوئی، پھر اوپر چلے گئے، یعنی ترقی ہونے لگی انکی، ان سے کچھ ناقدری ہوگئی انہوں نے قدردانی کی یہ نہیں کہ گھٹیا درجہ کے ہیں ایسا نہیں کہیں گے۔

مضامین

مولانا مفتی محمد راشد صاحب ڈسکوی

توہم پرستی کی حقیقت اور اقسام

گذشتہ سے پیوستہ

✿ توہم پرستی جیسے بُرے خیالات سے بچنے کیلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں:

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ (صحیح البخاری، الرقم: ۶۴۷۲)''

توہمات کے اقسام:

ہمارے معاشرے میں مختلف اَفراد میں مختلف چیزوں کے بارے میں مختلف توہمات ونظریات قائم ہیں، اور اُنھیں حیاتِ انسانی میں بہت ہی زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ شریعت کی تعلیمات کے سراسر متصادم ہیں، ہماری زندگیوں میں مؤثر ہونے والی چند چیزوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اسباب کو ہی مؤثر حقیقی سمجھنا:

انسانی طبقات اسباب کے میدان میں دو انتہاؤں پر ہیں: ایک طبقہ اسباب کا انکار ہی کر دیتا ہے اور اسباب اختیار کرنے کو توکل کے منافی سمجھتا ہے، اور دوسرا طبقہ اسباب کو ہی مؤثر حقیقی سمجھتے ہوئے یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور ہو رہا ہے وہ اسباب سے ہی ہو رہا ہے، اور اسباب کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

پہلا طبقہ: (جس میں زیادہ تر دین سے وابستہ لوگ ہی نظر آتے ہیں) کم عقلی اور بے علمی کی وجہ سے یہ ذہن رکھتا ہے کہ محنت کرنے اور کمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو رزق

دینے میں ہماری محنت کے محتاج نہیں ہیں، وہ ایسے بھی دینے پر قادر ہیں؛ لہٰذا ہمیں کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اعمال کے ذریعے ہی اللہ سے لیں گے، اسباب کے ذریعے نہیں۔

دوسرا طبقہ: جو اسباب کو ہی مؤثر حقیقی سمجھے ہوئے ہے، اور دین، ایمان و یقین اور اعمال کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتا، اور مادی محنت یعنی ظاہری اسباب کو ہی اپنی ضروریات کو پورا ہونے اور اپنے مسائل کے حل کرنے میں مؤثر سمجھتا ہے، وہ بھی صراطِ مستقیم پر نہیں ہے، یہ بھی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے؛ کیونکہ ظاہری اسباب تو کسی بھی چیز کے حاصل ہونے کا لفظ ایک ظاہری ذریعہ ہوتے ہیں، جیسے: گھروں میں پانی جن نلوں کے ذریعہ پہنچتا ہے، وہ نل پانی پہنچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کے حصول میں ان کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح چیزوں کے حصول میں اصل مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جو کسی ظاہری سبب کی محتاج نہیں ہے؛ چنانچہ وہ ذات بعض اوقات بغیر اسباب کے بھی کسی چیز کے وجود کا مشاہدہ کروادیتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ عامۃ الناس کو توکل کے حصول کیلئے ظاہری اسباب اور تدابیر کو چھوڑنا درست نہیں؛ بلکہ اسباب کے نتائج کو اسباب پر موقوف نہ سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا، یہ توکل ہے۔ توکل کے دو درجے ہیں، اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر اللہ پر مکمل اعتماد کیا جائے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرے؛ لیکن نفع و نقصان کا یقین اللہ کی ذات پر رہے۔ پہلا درجہ خواص کیلئے اور دوسرا عوام کیلئے ہے۔

اس بحث کے خلاصے کے طور پر اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ ایک ہے اسباب کا اختیار کرنا اور انھیں استعمال کرنا اور ایک ہے ان اسباب کو دل میں اتارنا اور ان پر ہی یقین رکھنا، پہلی چیز کو اپنانا محمود اور مطلوب ہے اور دوسری چیز کو اپنانا مذموم ہے۔ ہماری محنت کا رُخ یہ ہونا چاہئے کہ ہم ان اسباب کی محبت اور یقین کو دل سے نکالیں اور اس کے برعکس ''یقین'' اللہ تعالیٰ پر رکھیں کہ ہماری ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، وہ چاہے تو اسباب کے ذریعے ہماری حاجات و ضروریات پوری کردے اور چاہے تو ان اسباب کے بغیر محض اپنی قدرت

سے ہماری ضروریات وحاجات پوری کردے، وہ اس پر پوری طرح قادر اور خود مختار ہے؛ البتہ! ہم اس ''دارالاسباب'' میں اسباب اختیار کرنے کے پابند ہیں؛ تاکہ بوقتِ حاجت وضرورت ہماری نگاہ وتوجہ غیر اللہ کی طرف نہ اُٹھ جائے۔ اس بات میں تو کوئی شک وشبہ ہے ہی نہیں کہ اللہ رب العزت ہماری محنتوں کے محتاج نہیں ہیں؛ لیکن کیا شریعت کا مزاج اور منشا بھی یہی ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں! بالخصوص جب کہ اس ترکِ اسباب کا نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ بیوی، بچوں اور والدین کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور یہ غیروں کے اموال کی طرف حرص وہوس کے ساتھ دیکھتا رہے، تو یاد رکھیں! اس طرح کے لوگوں کو شریعت اس طرزِ عمل کی تعلیم نہیں دیتی؛ بلکہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم تو حلال طریقے سے کسبِ معاش کی تعلیم دیتی ہے۔

اسباب کی اقسام

اسباب کی تین قسمیں ہیں، (۱) قطعی ویقینی اسباب۔ (۲) ظنی اسباب۔ (۳) وہمی اسباب۔

۱۔ قطعی ویقینی اسباب، وہ ہیں جن پر مسبّب کا مرتب ہونا یقینی ہے، جیسے بھوک کے وقت کھانا کھانا، پیاس کے وقت پانی پینا، سردی سے تحفظ کیلئے گرم لباس پہننا، ان اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے اور موت کا خوف ہو تو ان کا ترک کرنا حرام ہے۔ ان اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں؛ البتہ یہاں بھی یہ واضح ہے کہ ان اسباب کو اختیار تو لازمی کریں گے؛ لیکن ان کے موثر حقیقی ہونے کا یقین رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ ظنی اسباب، جیسے بیماریوں کی دوا، جائز دم اور تعویذ کہ حصول شفاء کیلئے انھیں ظن غالب کا درجہ حاصل ہوتا ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ ہم جیسے کمزوروں کو ان اسباب کا ترک کرنا بھی درست نہیں؛ البتہ جو حضرات قوتِ ایمانی اور قوتِ توکل میں مضبوط ہیں ان کیلئے ان اسباب کا ترک جائز ہے۔

۳۔ وہمی اسباب، (یعنی جن کے اختیار کرنے میں شک ہو کہ مفید ہوں گے یا نہیں) حصولِ توکل کیلئے ان کا ترک کرنا لازمی ہے، گو بعض صورتوں میں ان اسباب کا اختیار کرنا جائز ہے،

جیسے: مختلف قسم کے کڑے، مٹکے اور پتھر وغیرہ باندھنا۔

جھاڑ پھونک، دم درود اور تعویذ کا حکم

واضح رہے کہ جس طرح بیماری کی صورت میں دوائی کا استعمال جائز ہے، اسی طرح تعویذ اور دم بھی جائز ہے اور یہ محض ایک طریقۂ علاج ہے اور اس کے جواز پر اجماع ہے؛ البتہ تعویذ اور دم کے لئے تین شرطوں کا پایا جانا لازمی ہے، اگر وہ تین شرطیں نہ ہوں تو پھر اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، وہ شرطیں یہ ہیں:

۱۔ تعویذات کے الفاظ قرآن کریم، یا احادیث سے لئے گئے ہوں یا اللہ کے اسماء وصفات میں سے ہوں۔

۲۔ عربی زبان میں ہوں اور اگر کسی عجمی زبان میں ہوں تو اس کے الفاظ کے معانی معلوم ہوں۔

۳۔ دم کرنے اور کرانے والا دونوں یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ دم اور تعویذ میں خود کوئی تاثیر نہیں، بلکہ مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ دم اور تعویذ صرف سبب اور ذریعہ ہیں۔ تعویذ کے جواز پر کئی احادیث شاہد ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم مسلم شریف کی شرح ''تکملة فتح الملہم'' [۴/ ۳۱۷، ۳۱۸] میں لکھتے ہیں: ''دم کے بارے میں اصل یہ ہے کہ قرآن کریم، یا اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ، یا صفات مبارکہ پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی احادیث سے ثابت ہے اور تعویذات لکھنا اور اس کو بچوں یا بیماروں کے گلے میں ڈالنا یا لکھ کر پانی میں گھول کر مریض کو پلانا، کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام سے ثابت ہے۔ اور احادیث مبارکہ میں جن دموں اور تعویذات سے منع کیا گیا ہے، وہ مشرکین کے دم تھے، جن میں شیطان سے مدد لیا کرتے تھے اور وہ دم جن میں شرکیہ کلمات نہ ہوں، وہ جائز ہیں اور کئی احادیث سے ثابت ہیں اور یہی حال حرام ''تمائم''

(وہ ڈوری، جسے مشرکین موثر بالذات سمجھ کر بچوں کے گلے میں نظر بد سے بچانے کیلئے ڈالتے تھے) کا ہے اور ان حرام تمائم کا آیات قرآنیہ اور اسماء باری تعالیٰ پر مشتمل تعویذات سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ تعویذات جمہور علمائے کرام کے نزدیک جائز ہیں۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی مریض کیلئے تعویذات کا استعمال اسباب کے درجے میں جائز ہے، بشرطیکہ شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہوں اور اس کو موثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

مختلف پتھروں کو موثر حقیقی سمجھنا

بعض لوگ مختلف قسم کے پتھروں، جیسے: فیروزہ، زمرد اور یاقوت وغیرہ کو اپنی زندگی پر اثر انداز سمجھتے ہیں، اور ان پتھروں کی انگوٹھی بنا کر پہنتے بھی ہیں، تو شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ستاروں اور سیاروں کو موثر حقیقی سمجھنا

بعض لوگ چاند، سورج، ستاروں اور مختلف سیاروں کو اپنی قسمت پر اثر انداز سمجھتے ہیں، اور ان کی گردش کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کیلئے نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں؛ کیونکہ علم نجوم قیاسات، اندازے اور تخمینے پر مشتمل ہے، اس میں کوئی یقینی بات نہیں ہوتی، نیز احادیث میں نجومیوں کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مَنْ اَتَی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۲۲۳۰)“ جو شخص عراف (نجومی) کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض اخبارات میں آج کا دن کیسا گذرے گا، یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟ اس طرح کے عنوان سے جو باتیں لکھی جاتی ہیں، شریعت میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے فتنوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

از: مرتب

سچ بولیے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْد

مکارم اخلاق میں ایک اہم اور اعلیٰ ترین خلق صدق گوئی ہے جس کی اہمیت اور محبوبیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں بہ لحاظ درجات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اگر کسی کا ذکر آیا ہے تو وہ صدیقین کا ذکر ہے سچائی ایک ایسا وصف ہے جس کے نتیجے میں انسان کھری اور بے عیب زندگی گذارتا ہے قرآن پاک کا ارشاد ہے: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ کہے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔ (آسان ترجمہ قرآن) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلصِّدْقُ یُنْجِی" کہ سچائی نجات دیتی ہے۔ کس سے؟ یعنی زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے آنے والی تمام تر آفات ومشکلات سے نجات دلاتی ہے۔

زبان کی سچائی

قرآن کریم میں ارشاد ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔

(انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگران مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کیلئے) تیار!۔ (آسان ترجمہ قرآن) انسانی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کا حساب رکھا جارہا ہے اگر بولا جانے والا ہر لفظ پہلے پرکھا جائے پھر بولا جائے یعنی خدائی پکڑ سے پہلے خود ہی اپنی زبان پر پکڑ رکھ لیں تو بچاؤ کا طریقہ آسان ہے ورنہ اس سے نکلنے والے الفاظ جھوٹ وغیرہ کی وجہ سے ہلاکت کا سبب بن سکتے ہیں اگر انسان سچ بولنے کا اہتمام کرے تو یہ بولی اسکو دونوں جہانوں میں سرخرو کرے گی کیونکہ سچ بولنے والا سکون اور اطمینان کی زندگی گذارتا ہے کہ میں نے کونسا جھوٹ

بولا ہے کہ مجھے پریشان ہونا پڑے؟ جبکہ جھوٹا ہر وقت پردہ فاش ہونے کے خوف سے پریشان رہتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ. فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ۔ (الترمذی) یعنی شک والی چیزوں کو چھوڑ کر یقینی چیزیں اختیار کرو کیونکہ سچائی سکون دلاتی ہے اور جھوٹ شک میں ڈالتا ہے اور اسی طرح احادیث مبارکہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ سچائی جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔ (البخاری) یعنی سچائی نیکی کا راستہ بتاتی ہے اور نیکی جنت میں داخل کرادیتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق بن جاتا ہے جبکہ جھوٹ برائی کی راہ بتاتا ہے اور برائی تو جہنم میں پہنچادیتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے عنداللہ بھی جھوٹا بن جاتا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

اس حدیث مبارک سے کس قدر واضح ہوا کہ جھوٹ بھلے ہی بولنے میں بڑا مزیدار ہو اس کا انجام بہت بھیانک ہے سچ چاہے کتنا ہی کڑوا ہے عاقبت اس کی خیر پر منحصر ہے بعض دفعہ جھوٹ بولنے کا موقع ہوتا ہے اور دل بھی بہت اکساتا ہے کہ جھوٹ بول لو کون پرکھے گا تمہاری بات کو؟ اس وقت اگر پیر پھسل گیا تو سمجھئے کہ عاقبت خراب ہونے والی ہے کیونکہ مقولہ مشہور ہے کہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے تو واپس کسی بھی وقت سر پر آگرے گا لیکن اس وقت بھی خوف خدا غالب آگیا اور سچائی ہی کو ترجیح دی تو دو اجر پکے ملنے والے ہیں ایک اجر سچائی کا اور دوسرا اجر خوف خدا کا مگر اس کے لئے جیسا کہ اکابر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے سوچنا ہے پھر تولنا ہے آخر میں بولنے کی باری آتی ہے اکابر کی بات کے ہم خلاف

کرتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں کہ پہلے بولدیتے پھر سوچتے ہیں کہ آیا یہ بات بولنی چاہئے یا نہیں؟

عمل میں سچائی

جیسا کہ معلوم ہوا کہ زبان کی سچائی کا ہماری زندگی میں کتنا اہم کردار ہے تو اسی طرح یہ بھی سمجھئے کہ قول وفعل کی سچائی بھی شریعت میں کافی اہم ہے کہ اسی پر ایمان یا نفاق کا فیصلہ سنایا جائیگا اگر قول وفعل کی ہم آہنگی کو ایمان کے درجات سے وابستہ جان لیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ جو ایمان کے لحاظ سے جتنا کامل ہے وہ گفتار میں اتنا ہی صادق ہے اور ظاہر وباطن کا تعلق اس طرح ہے کہ زبان کی سچائی قلب کی صفائی کا اشارہ کرتی ہے۔اور اگر قول وفعل میں تضاد پایا جاتا ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کو نفاق کہا جائیگا جو کہ ایمان کی ضد ہے ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا تعلق قائم فرمایا ہے کہ ایک کا اثر دوسرے میں ضرور ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی کا ظاہر سچا ہے یعنی اس کو اکثر سچ بولتے دیکھا گیا ہے تو اس کا باطن بھی صدق وصفا سے متصف سمجھا جائے گا ظاہری وباطنی کیفیات کا اختلاف سخت نقصان دہ ہے اہل اللہ اپنی خانقاہوں میں اسی پر محنت فرماتے ہیں کہ سالکین کا ظاہر وباطن یکساں ہوجائے اور انکے قول سے زیادہ عمل خوبصورت ہو کیونکہ حدیث مبارک میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَامِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (مسلم) یعنی اللہ تمہارے جسموں اور تمہاری شکلوں کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔معلوم ہوا کہ عنداللہ بھی قلب کی کیفیات کو ظاہری اعمال سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سچ بولنے اور ظاہر وباطن میں یکسانیت پیدا کرنے اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

حضرت دانیال علیہ السلام کا فیصلہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام یتیم تھے۔ ان کے ماں باپ زندہ نہ تھے۔ بنی اسرائیل کی ایک خاتون نے ان کو گود لے کر ان کی پرورش و پرداخت کی۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا جس کے دو قاضی تھے۔ وہ خاتون بہت ہی حسین وجمیل اور بارعب تھی۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں گاہے بگاہے آیا کرتی اور اُسے پندونصائح کیا کرتی تھی۔ اس خاتون کی وقتاً فوقتاً بادشاہ کی خدمت میں آمدورفت کو دونوں قاضی بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے۔ اس کی محبت ان دونوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی اور وہ اسے اندر ہی دل وجان سے چاہنے لگے۔ ایک مرتبہ موقع پاکر انھوں نے اس پاکباز خاتون سے اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار بھی کردیا اور اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم دونوں تم سے بہت زیادہ پیار اور محبت کرتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے عشق کو تم قبول کروگی مگر اس پاکباز خاتون نے انھیں نصیحت کی اور ان کی محبت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ دونوں قاضیوں نے طرح طرح سے اسے بہلا پھسلا کر اپنی جھوٹی محبت کے دامِ فریب میں پھنسانا چاہا مگر وہ کسی بھی طرح ان کے ہاتھ نہیں آئی۔

جب دونوں قاضیوں نے دیکھا کہ یہ خوبصورت خاتون کسی بھی قیمت پر ان کے ہاتھ نہیں آسکتی تو انھوں نے جھنجھلا کر بادشاہ کے روبرو یہ شکایت کردی کہ جو عورت آپ کو آکر پندونصائح کیا کرتی ہے اس نے زنا جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے! بادشاہ نے جب اپنے قاضیوں کی شہادت سنی تو وہ بڑی مشکل میں پڑ گیا اور اسے بے حد صدمہ پہنچا، کیونکہ وہ اس خاتون کی شرافت ونجابت کا دل سے قائل تھا مگر قاضیوں کی شہادت کو بھی جھٹلایا نہیں جاسکتا تھا۔

غرض بادشاہ نے دونوں قاضیوں کی شہادت پانے کے بعد مزید تحقیق وتفتیش کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ان سے کہا: تم دونوں کی شہادت قابلِ قبول ہے۔ پھر بادشاہ نے اس عورت کو تین

دن کی مہلت دی اور اس کے بعد اس کی سنگساری کا حکم دے دیا، نیز شہر میں یہ منادی کرادی کہ فلاں دن فلاں عورت کو سنگسار کیا جائے گا، لوگ اسے دیکھنے کیلئے حاضر ہو جائیں۔

بادشاہ نے گرچہ اس عورت کی سنگساری کا حکم دے دیا تھا، مگر اندر سے وہ بہت پریشان تھا۔ اس نے اپنے ایک معتمد وزیر سے پوچھا: کیا کسی حیلے بہانے سے اس عورت کو سنگسار ہونے سے بچایا جا سکتا ہے؟

وزیر نے عرض کیا: اب جبکہ شہر میں اس کی سنگساری کی منادی کرادی گئی ہے اور یہ سنگساری کا فیصلہ آپ ہی کے قریبی دو قاضیوں کی شہادت کی بنیاد پر دیا گیا ہے، پھر ایسی صورت میں اس عورت کی سنگساری کے فیصلے پر عمل درآمد نہ کرنے میں کونسی بات مانع ہو سکتی ہے؟

تیسرے دن جو کہ اس عورت کے سنگسار ہونے کا دن تھا، بادشاہ کا وہ معتمد وزیر گھر سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ چند بچے کھیل رہے ہیں۔ ان میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ وہ حضرت دانیال علیہ السلام کو نہیں پہچانتا تھا، تاہم کھڑا ہو کر ان بچوں کا کھیل دیکھنے لگا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے بچوں کا اکٹھا کر کے کہا: اے بچو! آؤ میں تمہارا بادشاہ بنتا ہوں۔ اور اے فلاں! تو زہد و ورع کی پیکر فلانی عورت بن جا۔ اور دو لڑکوں کو قاضیوں کا کردار دیا اور کہا کہ تم دونوں میری عدالت میں اس عورت کے خلاف گواہی دو۔ پھر خود ہی مٹی کا ڈھیر جمع کر کے اس پر بیٹھ گئے اور ہاتھ میں لکڑی کی ایک تلوار رکھ لی۔ اب صورت ایک عدالت کی تھی۔ دونوں قاضی لڑکے اور وہ لڑکا جو عورت کے روپ میں تھا، سامنے کھڑے تھے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے دوسرے لڑکوں سے کہا کہ وہ ایک قاضی کا ہاتھ پکڑ کر دور فلاں جگہ لے جائیں۔ جب وہ چلے گئے تو دوسرے قاضی کو بلا کر سختی سے کہا: سچ سچ بتا، ورنہ تجھے قتل کر دوں گا، تو کس بنیاد پر اس عورت کے بارے میں زنا کی گواہی دیتا ہے؟

قاضی کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: کب؟

ننھے قاضی نے جواب دیا: فلاں روز۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: کس مرد کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے؟
ننھے قاضی نے جواب دیا: فلاں بن فلاں کے ساتھ
حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا: کس جگہ؟
ننھے قاضی نے جواب دیا: فلاں جگہ؟
حضرت دانیال علیہ السلام نے لڑکوں حکم کی تعمیل کی۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے اس دوسرے قاضی سے بھی وہی سوالات کیے جو پہلے قاضی سے کر چکے تھے۔ مگر اس دوسرے قاضی کے جوابات پہلے قاضی سے مختلف تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام زور سے اللہ اکبر پکار اُٹھے۔

بادشاہ کا معتمد وزیر جو کہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، وقت ضائع کیے بغیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اس کو بچوں کا یہ کھیل تماشا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو ہوش آیا اور اس نے حضرت دانیال علیہ السلام ہی کی طرح دونوں قاضیوں کو بلا بھیجا اور انھیں الگ الگ کر کے ان سے بیانات لیے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کے بیانات مختلف ہیں، چنانچہ بادشاہ نے لوگوں میں یہ منادی کرا دی کہ قاضیوں کے قتل کا مشاہدہ کرنے کیلئے لوگ فلاں میدان میں اکٹھے ہو جائیں۔ پھر مجمعِ عام کے سامنے بادشاہ نے دونوں قاضیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور پاکیزہ خاتون کو باعزت اس کے گھر بھیج دیا۔

بقیہ از صفحہ: ۳۱ جو شخص آیت الکرسی کو ہر نماز کے بعد اور صبح و شام اور گھر میں جانے کے وقت اور رات کو لیٹتے وقت پڑھا کرے تو فقیر سے غنی ہو جائے اور بے گمان رزق ملے۔ چوری سے مامون رہے۔ رزق بڑھے کبھی فاقہ نہ ہو۔ اور جہاں پڑھے وہاں چور نہ جائے۔ آیت الکرسی کے کل حروف 184 ہیں۔ قرآن و حدیث کے قانون کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے لہٰذا۔

ایک دفعہ پڑھنے پر 184X10=1840 ایک ہزار آٹھ سو چالیس نیکیاں
ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنے پر 1840X5=9200 نو ہزار دو سو نیکیاں
مہینہ بھر کی کل 9200X30=276000 دو لاکھ چھہتر ہزار نیکیاں
سال بھر میں کل 276000X12=33,12,000 تینتیس لاکھ بارہ ہزار نیکیاں

نورِ نبوت

مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہ

لباس کی سنتیں

سفید لباس مسنون ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا۔ (بخاری:۲/۸۶۷،شمائل کبری:۱/۲۲۵)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ یہ تمہارا بہترین لباس ہے۔ اور ایسے کپڑوں میں مُردوں کو دفن کیا کرو۔

(ترمذی:۱/۱۱۸،ابوداؤد:۲/۵۶۲،شمائل کبری:۱/۲۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قمیص کی مسنون لمبائی: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کرتا زیب تن فرماتے تھے وہ ٹخنوں سے اوپر تھا۔ علامہ قسطلانی نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتے کی لمبائی نصف ساق تک ہوتی تھی۔ (شمائل کبری:۱/۲۲۵،زادالمعاد:۳/۱۴۴)

آستین کی مقدار: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔

(ابوداؤد،ترمذی،سیرۃ الشامی،شمائل کبری:۱/۲۱۱)

کرتے کا مسنون گریبان: گریبان بیچ میں سینہ پر رکھنا سنت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری شریف میں اس موضوع پر مستقل باب قائم فرمایا ہے، کہ قمیص کا گریبان سینہ پر ہو، جس کا مقصد یہ ہے کہ گریبان سینہ کی طرف سنت ہے۔

علامہ سیوطی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا۔ علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان بیچ میں ہوتا تھا، دائیں، بائیں جانب نہیں ہوتا تھا۔ (شمائل کبری:۱/۲۱۲)

مشعلِ راہ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ

چند ضروری مسائل

سوال: زردہ کا پان، گٹکا، سگریٹ نوشی یہ سب استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زردہ اس سے زیادہ سگریٹ اور اس سے بھی بڑھ کر گٹکا صحت انسانی کیلئے نقصان دہ ہے، اس لئے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کا استعمال مکروہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشہ آور اور صحت کیلئے مضرت رساں دونوں طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے اور اب ان چیزوں کا صحت کیلئے سخت نقصان دہ ہونا پوری طرح ثابت ہو چکا ہے۔

سوال: میرے چند دوستوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ بیئر (Beer) شراب نہیں ہے، اور اس کے پینے سے شریعت نے نہیں روکا ہے، اگر آپ اس کی تشریح کر دیں تو ان لوگوں کیلئے بھی بہتر ہوگا، جو اس غلط فہمی میں گناہِ کبیرہ کر رہے ہیں۔

جواب: حقیقت یہ ہے کہ بیئر (Beer) بھی شراب ہی کی ایک قسم ہے، اور جو لوگ آگاہ ہیں، ان کا بیان ہے کہ فرق صرف اس قدر ہے کہ بیئر میں عام شراب کے مقابلہ الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے، اس لئے جو لوگ نشہ کی لت میں مبتدی ہوتے ہیں، ان پر نشہ کی نسبتاً شدید کیفیت طاری ہوتی ہے، جو لوگ خوگر ہیں ان پر نشہ کی کیفیت نسبتاً خفیف ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شئ کی کثیر مقدار نشہ کا باعث ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے'' ''مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ'' اس لئے بیئر (Beer) بھی شراب ہی کی ایک قسم ہے، اور اس کا پینا حرام اور سخت گناہ ہے، آپ اپنے دوستوں کی غلط فہمی دور کریں، اور ان کو دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دینے والی اس برائی سے بچنے کی تلقین کریں۔ **وباللہ التوفیق**

اورادووظائف

حضرت مولانا اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ

آیت الکرسی کے فضائل وخواص

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اس کے جنت میں داخل ہونے میں سوائے موت کے کوئی چیز مانع نہیں یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔ (نسائی)

حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آیت الکرسی چوتھائی قرآن ہے۔ (رواہ احمد)

حدیث میں ہے کہ جب بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ مسلسل تمہارے ساتھ رہے گا اور شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ نیز اس کی تلاوت تیری اور تیری اولاد کی حفاظت کا ذریعہ بنے گی نیز تیرے اور آس پاس کے مکانوں کی بھی حفاظت ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کو سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی اور حٰم تنزیل سے الیہ المصیر تک پڑھ لے وہ شام تک ناپسندیدہ اور تکلیف دہ امور سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لیا کرے وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جس مال یا اولاد پر آیت الکرسی کو پڑھ کر دم کردو گے یا لکھ کر (مال میں) رکھ دو گے یا بچہ کے گلے میں ڈال دو گے شیطان اس مال و اولاد کے قریب بھی نہ آئے گا۔ (حصن حصین)

جمعہ کے روز بعد نماز عصر خلوت میں ستر بار پڑھنے سے قلب میں عجیب کیفیت پیدا ہوگی۔ اس حالت میں جو دُعاء کرے قبول ہو۔ آیت الکرسی جو شخص اس کو تین سو تیرہ بار پڑھے خیر بے شمار اس کو حاصل ہو۔ اگر وقت مقابلہ دشمن کے ۱۳۱۳ بار پڑھے تو غلبہ حاصل ہو۔ بقیہ بر صفحہ:۲۸

اقبال عظیم مرحوم

نم دیدہ نم دیدہ

مدینہ کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

مدینہ جا کے ہم سمجھے تقدس کس کو کہتے ہیں
ہوا پاکیزہ پاکیزہ فضاء سنجید سنجیدہ

غلامان محمد ﷺ دور سے پہچانے جاتے ہیں
سرِ شوریدہ شوریدہ دل گرویدہ گرویدہ

وہی اقبالؔ جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS

(Under Supervision of Raheemi Trust)

Beside: Masjid -e- Ashraf

Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.

Vlr Dist. Tamil Nadu (India) P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

FOR PRIVATE CIRCULATION ONLY

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکر ان کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکر اور جدو جہد۔
۶	صحیح اسلامی عقائد اور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادار لڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امداد کرنا۔